علامہ تمنا عمادی

حضرت ابراہیم و نوح علیہما السّلام

آپ کا سلسلۂ نسب ابن خلدون وغیرہ مؤرخین یوں لکھتے ہیں :-

"ابراہیمؑ بن تارح (جن کا لقب آزر تھا) بن ناحور بن ساروع (یا ساروغ) بن عابر (یا عنبر) بن شالخ (یا شیلخ) بن ارفخشذ بن سام بن حضرت نوح علیہ السلام"

اور بقول ابن خلدون یہ سلسلۂ نسب تورات شریف میں مذکور ہے۔ غرض
شریف ہی پر اعتماد کرتے ہوئے تمام مسلم مؤرخین ومفسرین ونسابین ومحدثین سب
ابراہیم اور تمام بنی اسرائیل کو حضرت نوحؑ ہی کی نسل سے تسلیم کر لیا ہے۔ مگر قرآ
حضرت ابراہیمؑ اور تمام بنی اسرائیل کو

ذُرِّيَّةَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوحٍ	اُس کی اولاد جس کو نوحؑ کے ساتھ اللہ کشتی پر سوار کر لیا تھا

صاف طور سے لکھا ہے۔

سورۂ مریمؑ کے چوتھے رکوع میں آیت سجدہ پڑھیے! حضرت زکریاؑ، یحییٰؑ، ع
حضرت ابراہیمؑ، اسحاقؑ، یعقوبؑ، پھر حضرت موسیٰؑ و ہارونؑ، پھر حضرت اسمٰعیلؑ، پھ

...ر کر کے فرمایا جاتا ہے:

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ مِنْ ذُرِّيَّةِ اٰدَمَ وَمِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ وَّمِنْ ذُرِّيَّةِ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْرَآءِيْلَ ۔ الآیۃ	یہ نبیوں میں سے وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے اپنی نعمتیں نازل فرمائیں۔ آدمؑ کی نسل سے اور ان (کی نسل) میں سے جن کو ہم نے نوحؑ کے ساتھ کشتی پر سوار کر لیا تھا اور ابراہیم و اسرائیل کی نسل سے۔

ان دس انبیائے مذکورین میں سے زکریاؑ، یحییٰؑ، عیسیٰؑ اور موسیٰؑ و ہارونؑ پانچ تو ...رتِ اسرائیل (یعقوبؑ) کی ذریت سے ہیں اور خود حضرت یعقوبؑ اور اسحاقؑ و اسمٰعیلؑ ...مذکورہ بالا پانچوں انبیائے بنی اسرائیل آٹھ انبیا حضرت ابراہیمؑ کی ذریت میں ہیں۔ ...ت ادریسؑ کو ابن خلدون حسب بیان توراتِ شریف حضرت نوحؑ کا پردادا لکھتے ...یعنی حضرت نوحؑ کا نسب یوں بتاتے ہیں:۔

نوحؑ بن لمک بن متوشلخ بن اخنوخ۔

لکھتے ہیں کہ اخنوخ ہی کا لقب ادریس تھا۔ ... بہ سبب شغل درس تدریس کے۔ اور ...ی لکھتے ہیں کہ حضرت ادریس حضرت شیث کے ناتی یا پوتے تھے۔ غرض یہ انبیا ...ین سب سے متقدم یہاں تک کہ حضرت نوحؑ سے بھی متقدم تھے (۲) یہ مِمَّنْ ...لْنَا مَعَ نُوْحٍ نہیں ہو سکتے۔ پڑدتے کے وقت میں پردادا کا وجود ممکن ضرور ہے مگر ...ب تصریحِ قرآن و توراتِ حضرت نوحؑ نے غیر معمولی عمر پائی تھی یعنی ساڑھے نو سو برس (۹۵۰)۔ ...سب تصریحِ توراتِ چھ سو (۶۰۰) برس کے طوفان امڈنے کے وقت تھے۔ تو اب اگر پڑپوتا ...د برس کا ہوگا تو اس کے وقت میں پڑداد کی عمر کتنی ہوگی؟ اور اس کا کوئی ثبوت ... کہ حضرت ادریسؑ نے بھی کوئی غیر معمولی عمر پائی تھی اور نہ (۳) کا کوئی ثبوت ہے کہ ...ت نوحؑ کے ساتھ کشتی پر ان کے پڑدادا ہوتے یا ان کے سوا کوئی دوسرا بھی ...س لیے مِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ نہیں ہو سکتے۔ اگر یہ واقعی حضرت نوحؑ سے متقدم اور ...ے اجداد میں تھے تو یہ بلا واسطہ ابراہیمؑ و نوحؑ ذُرِّيَّةِ اٰدَمَ میں تھے۔ اگرچہ بالواسطہ

توسارے انبیاءؑ بلکہ ساری دنیا ذریت آدم میں داخل ہے - باقی رہ گئے خود حضرت ابراہیمؑ تو یہ بذاتِ خود مِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ تو ہو نہیں سکتے - دو ہی صورتیں ہیں یا تو مِمَّنْ حَمَلْنَا کا عطف آدم پر کیجیے اور وَمِنْ ذُرِّيَّةِ مَنْ حَمَلْنَا کے معنیٰ لیجیے حضرت ابراہیمؑ کو مَنْ حَمَلْنَا ہی کی ذُرّیت سیدھے سیدھے قرار دیجیے - ورنہ حضرت ابراہیمؑ حضرت ادریسؑ کی طرح بلاواسطۂ نوح اور بلا واسطۂ مَنْ حَمَلْنَا خاص حضرت آدمؑ ذریت میں شمار کیجیے - مِنْ ذُرِّيَّةِ نُوْحٍ کا لفظ یہاں کسی اور جگہ ہے نہیں کہ بواسطہ حضرت نوحؑ حضرت ابراہیمؑ کو ذریۂ آدم میں شمار کیا جائے - دُوسری خرابی یہ ہوتی ہے حضرت ابراہیمؑ کو اگر مِنْ ذُرِّيَّةِ آدَمَ کے تحت میں لے لیتے ہیں تو پتہ نہیں ملتا کہ پھر مِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ کس کو کہا گیا؟ اور پھر فائدہ کیا ہے؟ جب آپ ان کو ذریت نوح نہیں ثابت کر سکتے تو لامحالہ وہ ذُرِّيَّةِ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ ہی ہوں گے کیونکہ طوفان کے بعد تو نوحؑ یا اولادِ نوحؑ اور مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ یا مَنْ حَمَلْنَا کی اولاد ہی رُوئے زمین پر باقی رہی - تو جو ذریت نُوح ثابت نہ ہوسکے گا وہ ذُرِّيَّةِ مَنْ حَمَلْنَا ہی ثابت ہوگا

غرض اگر حضرت ابراہیمؑ حضرت نوحؑ کی اولاد سے ہوتے جیسا کہ کہا جاتا ہے تو جس طرح آخر میں مِنْ ذُرِّيَّةِ اِبْرَاهِيْمَ وَاِسْرَآءِيْلَ آیا ہے، اسی طرح یہاں بھی مِنْ ذُرِّيَّةِ اٰدَمَ وَنُوْحٍ فرمایا جاتا اور یہ نہایت صاف اور واضح عنوان بیان ہوتا۔

بعض لوگوں نے یہ تاویل کی ہے کہ حضرت نوحؑ کے ساتھ ان کے تین بیٹے سام، حام، یافث بھی کشتی پر سوار تھے - سام کی اولاد سے حضرت ابراہیم تھے - اس لیے ذُرِّيَّةِ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ ان کو کہنا ممکن ہوا مگر یہ جس قدر بھدی اور بھونڈی تاویل ہے اس سے یقین ہے کہ کوئی ذی علم اس کو سُننا بھی گوارا نہ کرسکے گا - کیا حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کو کوئی شخص بعض صحابہؓ کی اولاد کہہ کر ان کا تعارف کسی سے کرا سکتا ہے؟ خصوصًا ایسا تعارف جس سے اظہارِ فخر و شرف بھی نمایاں ہو؟ کیا یہ تعارف تجاہل اور بد ترین تجاہل نہ کہا جائے گا؟ ذُرِّيَّةِ نُوح کہنے سے کیا زیادہ شرف حضرت ابراہیم کو حاصل ہوگا اگر ذُرِّيَّةِ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ کہا جائے گا؟

پھر آغاز سورۂ بنی اسرائیل میں ارشاد ہے :-

وَ اٰتَیْنَا مُوْسَی الْکِتٰبَ وَ	اور ہم نے موسیٰ کو کتاب (دی) اور اس
جَعَلْنٰهُ هُدًی لِّبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ	کتاب کو بنی اسرائیل کے لیے ہدایت بنایا کہ
اَلَّا تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِیْ وَکِیْلًا	میرے سوا کسی کو اپنا کارساز نہ سمجھنا اے نسل
ذُرِّیَّةَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ	اس شخص کی جس کو ہم نے نوحؑ کے ساتھ (کشتی پر)
اِنَّهٗ کَانَ عَبْدًا شَکُوْرًا ٥	سوار کرلیا تھا۔ بیشک وہ ایک شکر گزار بندہ تھا۔

یہاں بنی اسرائیل کو یہی کہہ کر مخاطب کیا گیا ہے کہ "اے نسل اس شخص کی جس کو ہم نوحؑ کے ساتھ کشتی پر سوار کرلیا تھا" اس شخص کا نام نہیں بتایا گیا چونکہ اس کا نام عارف نہ تھا۔ تورات، وانجیل وغیرہ میں بھی مذکور نہ تھا۔ اگر نام بتایا جاتا تو ایک مجہول الحال آدمی کا نام معلوم ہونے سے اور الجھن پیدا ہوتی، اور اہل کتاب کو جھٹلانے کا موقع ملتا۔ کہتے، کہ اس نام کا تو اس وقت کوئی آدمی ہی نہ تھا۔ اس لیے نام تو نہیں بتایا مگر اس شخص کی تعریف بیان کردی کہ

اِنَّهٗ کَانَ عَبْدًا شَکُوْرًا ٥	وہ شخص اللہ کا ایک نہایت شکر گزار بندہ تھا۔

اِنَّهٗ کی ضمیر حضرت موسیٰؑ یا حضرت نوحؑ کی طرف نہیں پھر سکتی جس کی شہادت سیاق عبارت سے مل رہی ہے اور ان دونوں میں سے کسی کی طرف ضمیر پھیرنا تحصیل حاصل ہے کیونکہ ان دونوں کا نبی ہونا خود ان کا شکر گزار بندہ ہونے کو ثابت کر رہا ہے۔ البتہ اس کے بیان کی ضرورت تھی کہ جس کو حضرت نوحؑ کے ساتھ کشتی پر سوار کرلیا گیا تھا جس کی اولاد میں یہ بنی اسرائیل ہیں وہ کیسا شخص تھا؟ اس کا ایماندار ہونا تو اسی سے ظاہر ہے کہ حضرت نوحؑ کے ساتھ وہ کشتی پر سوار کرلیا گیا تھا۔ کیونکہ اس کشتی پر کسی غیر مؤمن کے لیے کوئی جگہ نہ تھی مگر مؤمن تو حضرت نوحؑ کے سبھی ساتھی تھے، اس شخص کی کوئی خصوصیت بھی ایسی ہونی چاہیے جس کی طرف نسلی نسبت بنی اسرائیل کے لیے باعث عزّ و شرف ہو اس لیے فرمایا گیا کہ وہ شخص فقط ایک مؤمن ہی نہیں بلکہ اللہ کا ایک شکر گزار بندہ تھا۔ یوں تو ہر مؤمن شکر گزار بندہ ہے مگر اس شخص میں یہ صفت اپنے دوسرے

رفقائے کشتی کے اعتبار سے زیادہ تھی اس لیے ان کا یہ وصف خصوصی بیان کیا گیا۔
سورۂ صافّات کے تیسرے رکوع میں حضرت نوحؑ کے ذکر کے بعد حضرت ابراہیمؑ کا ذکر آیا ہے تو فرمایا گیا:

وَاِنَّ مِنْ شِيْعَتِهٖ لَاِبْرٰهِيْمَ ۝

یعنی حضرت نوحؑ کے گروہ، ان کی جماعت کے ایک آدمی ابراہیم تھے۔ اگر حضرت ابراہیمؑ حضرت نوحؑ کی اولاد سے ہوتے تو مِنْ شِيْعَتِهٖ نہ کہا جاتا بلکہ من ذُرِّيَّتِهٖ فرمایا جاتا جیسے حضرت ابراہیمؑ کے سلسلۂ ذکر میں حضرت داؤدؑ و سلیمانؑ کا ذکر آیا ہے تو فرمایا کہ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ یہاں بھی اسی طرح وَاِنَّ مِنْ ذُرِّيَّتِهٖ لَاِبْرٰهِيْمَ فرمایا جاتا۔ سورۂ قصص کے دوسرے رکوع میں بھی مِنْ شِيْعَتِهٖ کا لفظ دو جگہ آیا ہے جس سے مراد حضرت موسیٰؑ کی جماعت کا ایک آدمی ہے نہ کہ ان کی ذرّیت اور نسل کا۔

غلط استدلال اور اس کا جواب

سورۂ صافّات کے اسی تیسرے رکوع میں حضرت نوحؑ کے سلسلۂ ذکر میں فرمایا گیا ہے:۔ وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهٗ هُمُ الْبٰقِيْنَ ۝ اور اس کے کچھ ہی بعد ارشاد ہوا ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ ۝ یعنی ہم نے نوحؑ کی ذرّیت ہی کو باقی رکھا اور دوسرے سبھوں کو غرق کر دیا۔

اس سے استدلال کیا جاتا ہے کہ صرف حضرت نوحؑ کی ذرّیت ہی بچی اور دوسرا کوئی بھی زندہ نہ بچا۔ سب کے سب طوفان میں ڈبو دیئے گئے۔ تو پھر جو دنیا آباد ہوئی وہ صرف حضرت نوحؑ ہی کی نسل سے۔ اسی لیے حضرت نوحؑ کو آدم ثانی کہتے ہیں، اس بنا پر کسی دوسرے کی نسل ہوئی کہاں کہ حضرت ابراہیمؑ حضرت نوحؑ کے سوا کسی اور کی نسل سے ہوتے؟

مگر یہ استدلال پیش کرنے والے یہ نہیں دیکھتے کہ اگر حصر کے ساتھ صرف ذرّیتِ نوحؑ ہی باقی رکھے گئے اور ذرّیتِ نوحؑ کے سوا دوسرے جتنے تھے بلا استثناء سب کے سب طوفان میں غرق کر دیئے گئے تو یہاں چند سوال پیدا ہوتے ہیں:۔

۱ ـــــ حضرت نوحؑ پر ایمان لانے والے ذریت نوحؑ کے سوا اور دوسرے لوگ بھی تھے یا نہیں؟ اگر نہیں تھے، صرف ذریت نوحؑ ہی تھی جس کو ایمان لانے کی توفیق ہوئی تھی؟ بجز ایک بیٹے کنعان کے جو غرق ہوا تو کفار یہ ضرور کہتے کہ تمہاری اولاد کے سوا اور کوئی تو تم پر ایمان لایا ہی نہیں ہے صرف بال بچوں کی تصدیق سے تم سچے نبی کس طرح سمجھے جا سکتے ہو؟ وہ یہ نہ کہتے کہ مَا نَرٰىكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِيْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا بَادِيَ الرَّاْيِ - (ہم تو کسی کو بھی نہیں پاتے جو تم پر ایمان لایا ہو بجز ان لوگوں کے جو ہم میں رذیل ہیں کھلم کھلا) بلکہ وہ یہ کہتے کہ تمہارے بال بچوں کے سوا کوئی بھی بے تعلق آدمی تم پر ایمان نہیں لایا ہے - اور حضرت نوحؑ اپنی قوم میں ایک معزز اور ممتاز شخصیت رکھتے تھے ان کی اولاد کو ان کی قوم کے لوگ "رذیل" نہیں کہہ سکتے تھے - اور کفار کا حضرت نوحؑ سے یہ مطالبہ نہ ہوتا کہ یہ جو نیچ ذات کے لوگ تم پر ایمان لائے ہیں ان کو اپنے پاس سے ہٹاؤ، باہر نکالو تو ہم تمہارے پاس بیٹھیں جس کے جواب میں حضرت نوحؑ نے فرمایا کہ وَمَا اَنَا بِطَارِدِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (میں ان مؤمنین کو اپنے پاس سے نکال نہیں سکتے) اگر ایمان لانے والے صرف حضرت نوحؑ کی اولاد ہی ہوتے تو نہ کفار ان کو پاس سے ہٹانے اور نکالنے کا مطالبہ کرتے اور نہ حضرت نوحؑ ایسا کہتے - بلکہ یہ کہتے کہ ہم صرف ایمان لانے کی وجہ سے اپنی اولاد کو کس طرح گھر سے نکال دیں؟ اور اس کے بعد جو حضرت نوحؑ پر وحی آئی کہ

وَاُوْحِيَ اِلٰى نُوْحٍ اَنَّهٗ لَنْ يُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ -	اور وحی آئی نوحؑ کی طرف، تمہاری قوم میں سے جو ایمان لاچکے ان کے سوا اب اور کوئی ایمان نہیں لانے کا -

یہاں بھی اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ مِنْ ذُرِّيَّتِكَ فرمایا جاتا - پھر کشتی پر سوار کر لینے کا جو حکم آیا و اَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ وَمَنْ اٰمَنَ فرمایا گیا - یعنی اپنے لوگوں کو سوار کر لو - بجز اس کے جس کے بارے میں بات پہلے طے ہو چکی ہے اور مؤمنین کو سوار کرو -

ذریت تو اھل کے لفظ میں آچکی ہے جس میں سے ایک کافر بیٹا مستثنیٰ کیا گیا۔ اگر ذریت کے علاوہ غیر ذریت دوسرے لوگ بھی ایمان نہیں لائے تھے تو پھر اھلک کے بعد ومن آمن (اور جو لوگ ایمان لائے ہیں) کیوں فرمایا گیا۔ ان آیات کی روشنی میں کون کہہ سکتا ہے کہ دوسرے لوگ ایمان نہیں لائے تھے؟ ان وجوہ کی بنا پر یہ تو یقینی ہے کہ ذریت نوح کے علاوہ غیر ذریت نوح مومنین بھی ضرور کشتی پر سوار کر لیے گئے تھے۔

۲ —— غیر ذریت نوح جو مومنین کشتی پر سوار کیے گئے تھے، وہ سوار کر لینے کے بعد طوفان میں غرق ہونے سے بچے یا نہیں؟ اگر کشتی پر سوار ہونے اور ایمان لانے کے بعد بھی صرف اس وجہ سے کہ وہ ذریت نوح نہ تھے کشتی سے دھکیل دھکیل کر پانی میں گرا دیے گئے اور طوفان نوح میں غرق کر دیے گئے تاکہ صرف ذریت نوح ہی بچ جائیں۔ تو پھر ان مومنین سے تو وہ کافرین ہی اچھے ٹھہرے۔ ان کو تو ڈوبنا تھا ڈوبے اور یہ بیچارے کشتی پر سوار کر لیے جانے کے بعد بھی باوجود ایمان لانے کے ڈبو دیے گئے۔ یہ کس قدر افسوس ناک تاویل ہے۔ کیا اللہ تعالیٰ کے عدل و انصاف و فضل و کرم سے یہ توقع کی جا سکتی ہے کہ جن مومنین نے رسول کے ساتھ پوری زندگی بسر کی، جنھوں نے ہر طرح کا ایثار کیا، اپنی قوم اور اپنے کنبے کو محض اللہ کے لیے چھوڑا۔ اور اپنی قوم کے ہاتھوں تک طرح طرح کے مظالم صرف اللہ کے لیے جھیلے۔ اللہ تعالیٰ ان کی ساری قربانیوں کو رائیگاں کر دے۔ اور ذریت رسول کو صرف اس لیے کہ وہ ذریت رسول تھے دنیا اور دین دونوں جگہ صرف مومن ہونے کے سبب سے پھلنے پھولنے کا موقع بیش از بیش دے۔ حاشا و کلا!

اِنَّ اللّٰهَ لَیْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِ ۝

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے ساتھ کبھی ظلم نہیں کرتا۔ ؎

بندگی باید، پیمبر زادگی منظور نیست

ذریت نوح کو ان مومنین پر جو سچے دل سے ایمان لائے تھے اور اپنی قوم کے مظالم صرف مسلم ہونے کے جرم میں برابر سہتے رہے کسی طرح کی کوئی فضیلت نہ تھی۔ اس لیے یہ ناممکن کہ وہ مومنین جو حضرت نوح کے ساتھ کشتی پر سوار کرلیے گئے تھے ڈبو دیے گئے

ہوں اور ان کی نسل دنیا میں باقی نہ رکھی گئی ہو۔ قرآن میں صاف ارشاد ہے کہ

قِيْلَ يٰنُوْحُ اهْبِطْ	اے نوح! اترو اب کشتی سے ہماری
بِسَلٰمٍ مِّنَّا وَبَرَكٰتٍ عَلَيْكَ	طرف سے سلامتی اور برکتوں کے ساتھ جو
وَعَلٰٓى اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَكَ	تم پر اور ان لوگوں پر ہماری طرف سے ہیں جو
	تمہارے ساتھ ہیں۔

جس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت نوحؑ کے ساتھی سلامتی کے ساتھ کشتی سے اُترے اور اللہ تعالیٰ کی برکتیں حضرت نوحؑ کے ساتھ شاملِ حال رہیں اور وہ لوگ ہرگز غرق نہ ہوئے۔

تو پھر وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهٗ هُمُ الْبٰقِيْنَ ۝ اور ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ ۝ سے یہ مطلب نکالنا حصر کے ساتھ کہ صرف ذریت نوحؑ ہی بچ گئی اور دوسرے سب انسان غرق کر دیئے گئے، کس قدر غلط ہے۔ قرآنی آیات کا مطلب قرآنی سیاق وسباق کے خلاف نکالنا درحقیقت قرآن میں تحریف کرنا ہے۔ معاذ اللہ من ذلك۔

حقیقت یہ ہے کہ کفار حضرت نوحؑ اور ان کے ساتھیوں کو ختم کر دینا چاہتے تھے تو یہ کفار کے مقابلے میں فرمایا گیا کہ وہ سمجھتے تھے نوحؑ ختم ہو جائیں گے، ان کا کوئی نام لیوا نہ رہے گا۔ تو ان کا یہ منصوبہ تو کامیاب نہ ہوا۔ حضرت نوحؑ ہی کی ذریت دُنیا میں باقی رہی اور وہ دُوسرے لوگ یعنی کفار سب کے سب غرق کر دیئے گئے۔ اُن کا کوئی بھی نام لیوا نہ رہا۔ غرض یہاں اَلْاٰخَرِيْنَ پر الف لام (ا ل) عہد بتا رہا ہے کہ ان سے مراد صرف کُفّار ہیں اور صرف کفار۔

اور ہو سکتا ہے کہ مجازاً ذُرِّيَّتَهٗ میں اُن مومنین کو بھی داخل کر لیا گیا ہو۔ جب رسول کی ازواج مطہرات امہات المومنین ہوتی ہیں یعنی تمام مومنین کی مائیں تو رسول کی حیثیت روحانی باپ کی مشہور ہوئی۔ اور پھر رسول کی امت رسول کی ذریت مجازاً قرار دی جا سکتی ہے۔ تو جَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهٗ هُمُ الْبٰقِيْنَ کے معنی یہ ہے کہ ہم نے ان کے فرزندانِ ایمانی و ذریت معنوی ہی کو باقی رکھا اور دُوسرے سب جو فرزند معنوی

نہ تھے چاہے نسل ہی سے کیوں نہ ہوں - جو ایمان نہیں لائے تھے ان سب کو غرق
یہ بہت صاف اور واضح ہے -

سورۂ ہود میں مذکورہ بالا آیت میں وَعَلٰٓی اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَكَ کے بعد ہے :

وَاُمَمٌ سَنُمَتِّعُهُمْ ثُمَّ يَمَسُّهُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝

(اور قومیں بھی ہیں جن کو ہم پھولنے پھلنے کا موقع دیں گے پھر انھیں ہماری طرف سے دردناک عذاب پہنچے گا ان کی بداعمالیوں کی بدولت)

یہاں اُمَمٌ سے کون لوگ مراد ہیں ؟ یہ بھی ممکن ہے کہ یہ طوفان ساری دُنیا محیط ہوکر نہ آیا ہو اور زمین کے بعض دُور دراز گوشوں میں کچھ انسان آباد رہ گئے ہو اور چونکہ اس وقت تک خداوندی پیغام ان کے پاس نہیں پہنچا تھا اس لیے ان پ طوفان کا عذاب نہیں آیا۔ اور وہ اس وقت تک دنیا میں آباد رہے جب تک ا کی طرف بھی رسول نہیں آئے - جب رسول آئے اور انھوں نے رسولوں کی نافرمانی کی، ایما نہیں لائے تو دردناک عذاب میں مبتلا ہوئے -

اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ بعد والی نسل چاہے وہ خاص حضرت نوحؑ کی نسل ہوں یا ان کے رفقاء کی نسل سے ان کے بارے میں فرمایا گیا ہے - سیاق عبارت پہ مفہوم کا ساتھ دیتا ہے - اور تفسیر کی مشہور روایتیں دوسرے معنیٰ پر زور دیتی ہیں مگر پہلے معنی کی رو سے یہ نکلتا ہے کہ ان مؤمنین کے سوا جو کشتی پر حضرت نوحؑ کے ساتھ تھے دور دراز کے وہ انسان جو حضرت نوحؑ کی تبلیغ سے بے خبر تھے، جن کی طرف حضرت نوحؑ مبعوث نہیں ہوئے تھے وہ بھی غرق ہونے سے محفوظ رکھے گئے - واللہ اعلم

غرض وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهٗ هُمُ الْبٰقِيْنَ سے یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ صرف حضرت نو کی اولاد ہی دُنیا میں باقی رہی اور ان کے ساتھی غرق کردیئے گئے تھے کسی کی نسل با نہ رہی - یہ بالکل غلط اور خلافِ تصریحِ قرآن ہے اور خلافِ عقل و انصا بھی -

(تی)سرا استدلال

سورۂ انعام کے دسویں رکوع میں وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ عَلٰى قَوْمِهٖ ؕ والی آیت کے بعد فرمایا گیا ہے

بْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ؕ كُلًّا هَدَيْنَا ۚ وَنُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ ؕ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ
دَ وَسُلَيْمٰنَ وَاَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ وَمُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ
رِيَّا وَيَحْيٰى وَعِيْسٰى وَاِلْيَاسَ ؕ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ وَاِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَ
سَ وَلُوْطًا ؕ وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۝ یہاں وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَ
مَنْ میں ضمیر حضرت نوحؑ کی طرف خواہ مخواہ پھیری جاتی ہے، صرف قرب کی وجہ سے۔
بے شک ضمیر کو حتی الوسع قریب ہی کی طرف پھیرنا چاہیے۔ مگر یہ اس وقت جائز ہوتا
ن انبیاء کا ذکر بعد کو آیا ہے وہ سب صرف حضرت نوحؑ ہی کی ذریت ثابت کیے
ے۔ بلا توسط حضرت ابراہیم کے۔ اس آیت میں مقصود بالذکر حضرت ابراہیمؑ ہیں۔ ان
ذکر میں ان کی ذریت میں جو انبیاء گزرے تھے ان کا ذکر بھی کیا گیا۔ حضرت نوحؑ کا ذکر
بطور جملہ معترضہ کے درمیان میں آگیا۔ تاکہ یہ نہ سمجھا جائے کہ نبوت کی ابتداء حضرت
ہیمؑ ہی سے ہوئی۔ اہل ادب جانتے ہیں کہ جملہ معترضہ میں ایسی کوئی ضمیر ہو سکتی ہے جو
ے ماقبل و مابعد کی طرف پھرے۔ مگر اس جملہ معترضہ کے جز کی طرف پھرنے والی کوئی
(ضمیر اس) کے بعد والے جملے میں نہیں ہو سکتی۔ اس لیے یہاں وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ کی ضمیر حضرت
حؑ کی طرف نہیں پھر سکتی، ورنہ نُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ کو جملہ معترضہ نہ قرار دینا اسی
نت ممتنع ہوتا کہ حضرت داؤدؑ و سلیمانؑ و ایوبؑ و یوسفؑ و ہارونؑ علیہم السلام،
ضرت ابراہیم کی ذریت سے نہ ہوتے اور صرف حضرت نوحؑ کی ذریت سے ہوتے،
س لیے وَنُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ یقیناً جملہ معترضہ ہی ہے اور وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ کی ضمیر
ضرت ابراہیم ہی کی طرف پھر رہی ہے، حضرت نوحؑ کی طرف نہیں پھر سکتی۔

یہ کہنا بھی صحیح نہیں کہ حضرت لوطؑ تو حضرت ابراہیم کے بھتیجے تھے، ان کی ذریت
ے نہ تھے۔ کیونکہ جب چچا آباء میں داخل ہو سکتا ہے تو بھتیجا کیوں نہیں ذریت
ں داخل ہو سکتا؟ حضرت یعقوبؑ نے اپنے صاحبزادوں سے اپنی وفات کے وقت

جب پوچھا تھا کہ تم میرے بعد کس کی بندگی کروگے؟ تو سب نے جواب دیا کہ

نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرَاهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ ۔

ہم لوگ تمہارے اور تمہارے باپ دادا ابراہیم واسمٰعیل واسحاق کے معبود کی بندگی کرتے رہیں گے۔

حضرت اسمٰعیلؑ حضرت یعقوبؑ کے سوتیلے چچا تھے مگر ان کے آباء میں د
ہوئے تو حضرت لُوطؑ تو حضرت ابراہیمؑ کے حقیقی بھتیجے تھے ان کے ابناء اور ان
ذرّیت میں کیوں نہ داخل ہوں گے؟

اسی طرح حضرت ایوبؑ بھی ہیں کہ مؤرخین ان کا نسب

"ایوبؑ بن برحما بن زبرح بن رعویل بن عیصو بن اسحاقؑ بن ابراہیمؑ"

لکھتے ہیں۔ اور مفسّرین

"ایوبؑ بن عوص بن رازح بن عیص بن اسحٰقؑ بن ابراہیمؑ"

لکھتے ہیں۔ ان کا پورا خاندان مصر میں رہا۔ حضرت ایوبؑ بنی اسرائیل یعنی حضرت
کی اولاد سے نہ تھے بلکہ حضرت یعقوبؑ کے بھائی عیصو یا عیص کی اولاد سے تھے
بنی اسرائیل و انبیائے بنی اسرائیل میں شمار کیے جاتے ہیں۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ بیٹے کو ذرّیت نہیں کہتے۔ اس سلسلۂ ذکر میں حضر
کا بھی نام آگیا ہے وہ حضرت ابراہیمؑ کے بیٹے تھے اس لیے حضرت ابراہیمؑ کی ذ
نہیں کہے جا سکتے۔ مگر یہ بھی صحیح نہیں، صرف بیٹوں کو ذرّیت نہیں کہتے مگر پوتے،
سکڑوتے سب کا ذکر ہو تو اجمالی طور سے سب کو ذرّیت کہیں گے اور اس وقت
کا ذکر بھی ذرّیت میں بخوبی آسکتا ہے۔

حضرت الیاسؑ کے بارے میں دو قول ہیں:۔

ایک قول یہ ہے کہ وہ حضرت ادریسؑ ہی ہیں یعنی حضرت نوحؑ کے پڑدادا۔
صورت میں تو یہ اگر حضرت ابراہیمؑ کی ذرّیت میں داخل نہیں ہو سکتے تو حضرت ا

ن میں کب داخل ہوسکتے ہیں؟ بلکہ حضرت نوحؑ ہی ان کی ذریت میں ٹھہر یں گے۔

دُوسرا قول یہ ہے کہ حضرت الیاسؑ حضرت ہارونؑ کی اولاد میں تھے۔ اور یہی قول صحیح ہوتا ہے۔ جبھی تو حضرت عیسیٰؑ کے بعد ان کا نام آیا۔ اور اگر یہ حضرت نوحؑ سے متقدم ہوتے تو جس طرح حضرت نوحؑ کے ذکر میں ان کی قبلیت ظاہر کر دی گئی۔ اسی یہاں بھی ان کی قبلیت مزید ظاہر کر دی جاتی۔

حضرت لیسعؑ کے متعلق بھی اختلاف ہے:۔

کوئی حضرت خضرؑ کا اصل نام لیسعؑ بتاتا ہے کہ خضر ان کا لقب تھا چونکہ سبز کپڑے پہنتے تھے۔ کوئی حضرت الیاسؑ کا رفیق بتاتا ہے اور کہتا ہے کہ حضرت الیاسؑ و لیسعؑ ن حضرت زکریاؑ و یحییٰؑ و عیسیٰؑ سے متقدم تھے مگر حضرت موسیٰؑ سے متاخر۔ بعض یں کہ حضرت یوشع بن نون جو حضرت موسیٰؑ کے رفیق سفر تھے اور ان کے بعد یا ان کے عہد میں نبوت سے مشرف ہوئے، انھی کا نام لیسع بھی تھا۔ بہرحال یہ بنی اسرائیل ہی سے حضرت ابراہیمؑ کی ذریت ہی میں تھے۔

مذکورہ بالا تصریحات سے یہ صاف معلوم ہو گیا کہ حضرت ابراہیمؑ اور تمام انبیائے اسرائیل حضرت نوحؑ کے کسی رفیق کشتی مومن صالح و شکور کی ذریت سے تھے اور ت نوحؑ سے ان کا نسبی کوئی رشتہ نہیں۔ ان کو سام بن نوح کی اولاد قرار دینا تصریحات کے بالکل خلاف ہے۔ اس لیے یقیناً غلط ہے۔ تورات کے تراجم میں ی غلط بیانیاں ہو سکتی ہیں۔ مؤرخین سے غلطی ممکن ہے۔ مگر قرآن کی کوئی تصریح لا نہیں ہو سکتی۔

اگر مسلم مؤرخین نے اسرائیلیات کا اتباع کیا اور مفسرین بھی ان کے پیچھے پیچھے رہ قرآنی آیات کی غلط تاویلیں کرتے رہے تو اس کے ذمہ دار وہ لوگ خود ہیں۔ قرآن ت اس کا ذمہ دار نہیں۔

حضرت ابراہیم و حضرت نوح علیہما السلام

ابن خلدون ایک عجیب و غریب بات تورات شریف سے نقل کرتے ہیں۔ اور اس پر

خود اظہار تعجب کرتے ہیں۔ لکھتے ہیں کہ

"حضرت ابراہیمؑ کی عمر حضرت نوحؑ کی وفات کے وقت
ترپن ۵۳ برس کی تھی"

اور اس کا تفصیلی حساب بھی توریت ہی سے وہ یوں نقل کرتے ہیں کہ

"طوفان کے دن حضرت نوحؑ کی عمر پورے چھ سو برس کی تھی اور طوفان کے بعد وہ ساڑھے تین سو ۳۵۰ برس اور زندہ رہے۔ اس حساب سے حضرت نوحؑ کی عمر ساڑھے نو سو برس کی قرآن مبین اور توراۃ شریف دونوں کی تصریح کے مطابق ٹھہری۔ اس کے بعد توراۃ میں ہے کہ حضرت نوحؑ کے بیٹے سام کو طوفان کے دو ۲ برس بعد ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام "ارفخشد" رکھا گیا۔ اس کے معنی "چراغ روشن" کے ہیں۔ جب ارفخشد ۳۵ برس کے ہوئے تو ان کا بیٹا شالخ پیدا ہوا۔ شالخ جب تیس برس کے ہوئے تو ان کا بیٹا عابر پیدا ہوا۔ عابر جب ۳۴ برس کے ہوئے تو ان کے فالخ پیدا ہوا۔ فالخ جب ۳۰ برس کے ہوئے تو ان کے ارغو پیدا ہوا۔ ارغو جب ۳۲ برس کے ہوئے تو ان کے شاروغ پیدا ہوا۔ شاروغ جب تیس برس کے ہوئے تو ان کے تاحور پیدا ہوئے اور تاحور جب ۲۹ برس کے ہوئے تو ان کے تارح یعنی آزر پیدا ہوئے اور جب آزر پچھتر ۷۵ برس کے ہوئے تو حضرت ابراہیمؑ پیدا ہوئے۔ طوفان کے بعد سے ولادت ابراہیمی تک کی مدت کا حساب کر جائیے، دو سو ستانوے ۲۹۷ برس ہوتے۔ اور طوفان کے بعد حضرت نوحؑ ساڑھے تین سو ۳۵۰ برس تک زندہ رہے تو وفات حضرت نوحؑ کے وقت حضرت ابراہیمؑ کی عمر ترپن ۵۳ برس کی ٹھہرتی ہے"

اتنا لکھ کر ابن خلدون لکھتے ہیں کہ

"جب تو حضرت ابراہیمؑ نے حضرت نوحؑ سے فیض صحبت بھی پایا ہوگا اور تعلیم بھی حاصل کی ہوگی"

میں کہتا ہوں کہ اسی قدر؟ بلکہ حضرت نوحؑ نے اپنے سکڑوتے نمرود بن کنعان بن کوش بن حام بن نوحؑ کی کافرانہ وظالمانہ حکومت کا تماشا بھی اپنی آنکھوں سے دیکھا ہوگا۔

عابر بن شالح بن ارفخشد بن سام بن نوحؑ یعنی حضرت نوحؑ کے دوسرے سکڑوتے نے جو نمرود سے کلدانیوں کے ساتھ مل کر جہاد کیا تھا یقیناً خود حضرت نوحؑ نے ہی اس جہاد فی سبیل اللہ کی قیادت کی ہوگی۔ اور جب عابر کو اس جہاد میں شکست ہوگئی تھی اور نمرود نے عابر اور کلدانیوں کو ان کے ملک سے نکال دیا تھا، ان لوگوں کے سا[تھ] [نم]رود نے اپنے سردادا حضرت نوحؑ کو بھی نکال دیا ہوگا۔

پھر عابر کی وفات کے بعد فالغ نے جانشین ہوکر تمام زمین کو اولادِ نوحؑ [میں تقس]یم کردیا تھا تو اس میں ضرور حضرت نوحؑ کا بذاتِ خود بھی مشورہ ضرور ہوگا۔

پھر ارغو کے وقت سے جو سام بن نوح کی نسل میں بھی گمراہی دستارہ پرستی پھیلنے لگی تو یہ افسوس ناک منظر بھی حضرت نوحؑ نے ضرور اپنی آنکھوں سے دیکھا ہوگا۔ نمرود نے بُت خانہ بناکر جو آزر کو اس کا پُجاری مقرر کیا تو یہ بھی حضرت نوحؑ کے سامنے ہی ہوا ہوگا۔

ابن خلدون کی یہ امید کہ حضرت ابراہیمؑ نے ضرور حضرت نوح سے فیض تعلیم اٹھایا ہوگا صحیح نہیں ہوسکتی۔ اس لیے کہ آزر جیسے بت پرست نے کب حضرت ابراہیمؑ کو حضرت نوحؑ کے پاس کبھی پھٹکنے بھی دیا ہوگا؟

البتہ حضرت ابراہیمؑ کا بتوں کو توڑنا اور اس کی سزا میں آگ میں ڈالا جانا یہ سب حضرت نوحؑ کے سامنے ہی ہونا چاہیے کیونکہ یہ سب واقعات حضرت ابراہیمؑ کے عنفوانِ شباب ہی کے ہیں جس کی شہادت قرآن میں موجود ہے۔

مگر تورات یا ابن خلدون کوئی یہ نہیں بتاتا کہ جب حضرت ابراہیمؑ کی ترپّن [۵۳] برس کی عُمر

تک حضرت نوحؑ زندہ رہے تو آخر کہاں رہے؟ کیا کرتے رہے؟ نمرود سے تو حضرت ابراہیمؑ سے پہلے اور عابر بن شالخ سے بھی پہلے خود انھی کو جہاد کرنا تھا۔ طوفان سے پہلے تو خدا جانے کس کس خاندان کے لوگ تھے۔ اب تو بقول مؤرخین و توراتِ شریف دنیا میں صرف انھی کی اولاد تھی۔ غیروں کے لیے تو عذاب کی دعا اور اور اپنی اولاد کے کفر و شرک کے کارنامے چپ چاپ دیکھتے رہے اور معمولی تبلیغی جدوجہد بھی جاری نہ رکھی؟ جس کا مختصراً ہی سہی توراتِ میں اور تورات سے نقل کرکے اسلامی تاریخوں میں کچھ ذکر ہوتا۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ سب باتیں گھڑ گھڑ کے تورات کے ترجموں میں داخل کی گئی ہیں صرف اسی غرض سے کہ بنی اسرائیل کو حضرت نوحؑ کی نسل سے ثابت کیا جائے۔

اس تفصیل کی غرض یہ ہے کہ کوئی ایسا واقعہ جو عقل و درایت اور قرآن مبین کی تصریحات کے خلاف ہو، اگر آپ تورات یا انجیل یا کسی اور ایسے صحیفے میں پائیں جس کو آسمانی صحیفہ کہا جاتا ہو یا تاریخی دفاتر میں آپ کو نظر آئیں تو آپ یقین کریں کہ وہ واقعہ ضرور غلط ہے کسی خاص مقصد کے ماتحت گھڑا گیا ہے۔ تورات و انجیل کا اصلی نسخہ اوّل تو آپ کو مل نہیں سکتا۔ اور بالفرض کہیں مل جائے تو عبرانی زبان کے ماہر کہاں ہیں جو صحیح ترجمہ کر سکیں۔ جو چند افراد کسی قدر عبرانی رسم خط یا لغات سے واقف ہونے کا دعویٰ رکھتے ہیں، ان میں صحیح ترجمہ کرنے کی صلاحیت کہاں تک ہے؟ آپ اس کا بھی اندازہ نہیں کر سکتے۔

اس لیے کہ جو ترجمہ انھوں نے کر دیا اس کی تصدیق و تکذیب کون کرے گا؟ ایک مدت سے تورات و انجیل کے صرف ترجمے ہی تمام ملکوں میں شائع ہیں، اور ایک ہی کتاب کے مختلف زمانے کے ترجموں میں آپ اس قدر کمی بیشی پائیں گے اور اتنا اختلاف دیکھیں گے کہ گھبرا جائیں گے۔ مؤرخین کا خزانۂ معلومات زیادہ تر اسی قسم کی کتابیں اور غیر معتبر روایات ہیں۔

اس لیے ایسے واقعاتِ سلف جن کی کسی قدر تصریح قرآن مبین میں بھی ہو، اُن کو

ہمیشہ قرآنی ہی کسوٹی پر کس کر دیکھنا چاہیے۔ جہاں تک کی تصدیق قرآنی تصریحات سے ہو وہیں تک ہی تصدیق کرنی چاہیے۔ جو باتیں قرآن کے خلاف ہوں اُن کو بلاشبہ کذب و افترا سمجھنا چاہیے اور جن باتوں سے قرآن خموش ہو، اگر عقل و درایت اس کو قبول کرے تو مان لینا چاہیے، ورنہ صاف انکار کر دینا لازم ہے۔ زیادہ سے زیادہ احتیاط اگر مقصود ہو تو جس طرح ان واقعات سے قرآن مبین خموش ہے، اسی طرح قرآن کے ماننے والوں کو بھی خموشی ہی اختیار کرنی چاہیے۔ نہ ان کی تصدیق کریں نہ تکذیب۔

حضرت ابراہیمؑ کی اولاد

ابن خلدون تورات کی تصریحات کے مطابق حضرت ابراہیمؑ کی سب سے پہلی اولاد حضرت ہاجرہ کے بطن سے حضرت اسمٰعیلؑ کو بتاتے ہیں اور قرآن مبین سے بھی یہی مستنبط ہے۔ تورات میں ہے کہ حضرت اسمٰعیلؑ کی ولادت کے وقت حضرت ابراہیمؑ کی عمر ۸۶ سال کی تھی۔ اور جب حضرت ابراہیمؑ پورے سو برس کے ہوئے تو حضرت سارا کے بطن سے حضرت اسحاقؑ پیدا ہوئے۔ اس وقت حضرت سارا کی عمر ۹۰ برس کی تھی۔ حضرت اسحاقؑ کے متعلق جو بشارت حضرت ابراہیمؑ و حضرت سارا کو ملی تو ایسے وقت جب کہ بظاہر دونوں میں سے کسی کو بھی اولاد ہونے کی صلاحیت نہ تھی۔ حضرت سارا بوڑھی بھی ہو چکی تھیں اور بانجھ بھی تھیں۔ حضرت ابراہیمؑ بھی سو برس کے بوڑھے تھے۔ اللہ نے ایک بیٹے کی اور بیٹے کے علاوہ ایک پوتے کی بھی خوشخبری دی۔ یعنی اسحاقؑ اور یعقوبؑ دونوں کی بشارت حضرت ابراہیمؑ و سارا کو ملی۔

مگر تورات شریف میں ہے کہ حضرت سارا ۱۲۷ برس کی عمر میں وفات پا گئیں جب کہ حضرت ابراہیمؑ ۱۳۷ برس کے تھے چونکہ وہ حضرت سارا سے دس برس بڑے تھے اور حضرت اسحاقؑ چالیس برس کے ہوئے تو ان کے حضرت یعقوبؑ پیدا ہوئے۔ یعنی حضرت ابراہیمؑ نے ایک سو چالیس برس کی عمر میں اللہ تعالیٰ کی بشارت کے مطابق پوتا دیکھ لیا۔ لیکن حضرت سارا کے حق میں خوشخبری حسب بیان تورات پوری نہ اتری کیونکہ وہ حضرت

یعقوبؑ کی ولادت سے تین برس پہلے ہی وفات پا چکی تھیں۔ اس لیے یقیناً تورات
بیان کردہ حضرت سارا کا سال وفات غلط ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت اسحاقؑ اور ان کے ساتھ حضرت یعقوبؑ کی بشارت جس
حضرت ابراہیمؑ کو دی تھی اسی طرح سارا کو بھی دی تھی۔ انھوں نے ضرور حضر
یعقوبؑ کو بھی دیکھا اور اچھی طرح دیکھا۔ قرآن مبین میں ہے :۔

فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ یَعْقُوْبَ ۔

ہم نے سارا کو اسحاق کی بشارت دی اور اسحاق کے علاوہ یعقوب کی بشارت بھی

تورات کی روایت ہے کہ یعقوبؑ کے ساتھ ایک اور صاحبزادے عیصو یا عیصر
جائیں پیدا ہوئے تھے۔ اور یہ دونوں ساتھ ساتھ تربیت پائے اور پروان چڑھے اور
سے نسل بڑھی۔

تورات ہی کے بیان کے مطابق ابن خلدون لکھتے ہیں کہ

"حضرت ایوبؑ عیصو ہی کی اولاد میں تھے مگر قرآن میں عیصو کا کوئی ذکر نہیں۔ حضرت ابراہیم و حضرت سارا کو بشارت بھی صرف ایک ہی پوتے کی ملی تھی۔ ہوسکتا ہے کہ وعدہ ایک کا کیا جائے، اور دو دیئے جائیں، یہ غایت فضل و رحمت ہے مگر آخر قرآن میں اس کا ذکر کیوں نہیں کیا گیا؟ اس لیے یہ عیصو کا وجود بھی اشتباہ سے خالی نہیں۔"

ابن خلدون لکھتے ہیں کہ

"حضرت ابراہیمؑ نے حضرت اسحاقؑ کو وصیت کی تھی کہ کلدانیوں میں شادی نہ کرنا۔ چنانچہ انھوں نے حضرت ابراہیمؑ کے بھتیجے کی لڑکی رفقاء بنت بتویل بن ناحور بن آزر سے شادی کی۔ مگر حضرت سارا کی وفات کے بعد اور غالباً حضرت یعقوبؑ کی بھی ولادت کے بعد ہی یا کچھ پہلے تقریباً ایک سو چالیس برس کی عمر میں حسب تصریح تورات

کلدانیوں ہی میں قطورا یا قنطورا بنت یقطان سے خود شادی کرلی۔
جس کو سو برس کی عمر میں بڑھاپے کی وجہ سے اولاد کی توقع نہ ہو اور معجزانہ طریقہ سے اس کو محض اللہ کی طرف سے فرشتوں کے ذریعے بشارت دے کر صرف ایک بیٹا مرحمت ہو، وہ ایک سو چالیس۱۴۰ برس کی عمر میں بغیر کسی حکم خداوندی و بشارت کے ایسے خاندان میں شادی کرلے جس خاندان سے رشتہ پیدا کرنے سے وہ اپنے بیٹے کو منع کرچکا ہو اور پھر اس بیوی سے اس کو بغیر کسی بشارتِ الٰہی کے ایک سو اکتالیس برس کی عمر سے جو صرف بیٹوں کے پیدا ہونے کا سلسلہ شروع ہو تو چھ۶ بیٹے پیدا ہوجاتے ہیں۔ زمران۱، یقشان۲، مدان۳، مدین۴، اشبق۵ اور شوخ۶۔ ان میں سے سب سے چھوٹے بیٹے کی پیدائش کے وقت حضرت ابراہیمؑ کی عمر غالباً ڈیڑھ سو۱۵۰ برس کی ہوگی۔"
پھر سہیلی کی روایت سے ابن خلدون لکھتے ہیں کہ
"حضرت ابراہیمؑ نے ایک نکاح اور کیا۔ حجین یا حجون بنت اہیب سے۔ جن سے کیسان۱، فروخ۲، امیم۳، لوطان۴ اور نافش۵ پیدا ہوئے۔"
اور طبری پہلے چھ بیٹوں کو تو قنطورا کے بطن سے اور ان پانچ بیٹوں کو رعوہ کے ...سے بتاتے ہیں۔ یہ سب ایسی باتیں ہیں جو داستان امیر حمزہ سے بہت زیادہ مشابہ

پھر حضرت ابراہیمؑ ۱۷۵ برس کی عمر میں دنیا سے وفات پاکر جنت الفردوس میں پہنچے
حضرت سارا کے پہلو میں مدفون ہوئے۔
۱۱۲ تعجب کا مقام ہے کہ سو برس کی عمر کا اکثر حصہ تو لاولدی میں گزرے۔ ۸۶ برس ... صرف ایک اولاد ہو ایک بیوی سے۔ پھر پوری صدی ختم ہونے پر اولاد کی طرف بالکل مایوسی کے عالم میں ایک اور اولاد کی بشارت ملے اور اس کے بعد پوتے کی بشارت

بھی - یہ بیٹے کے ساتھ پوتے کی بشارت بتا رہی ہے کہ اب بیٹا جو ہوگا پوتا ہوگا
اسی سے نسل چلے گی - اگر اس بیٹے کے بعد تیسری ہی یا چوتھی نہیں بلکہ
گیارہ بیٹے اور ان کے ہونے والے تھے تو یقیناً بشارت میں یہ بھی ضرور کہا جاتا کہ
تمہارے اور بہت سے بیٹے ہوں گے - ایک بیٹے کے بعد پوتے کی بشارت تو اس
دلیل ہے کہ اس بیٹے کے بعد کوئی اور بیٹا نہ ہوگا - یا کم سے کم یہی ہوتا کہ چونکہ
بیٹے جو ہوں گے وہ سب لاولد ہوں گے، نسل صرف انھی سے چلے گی - اس لیے
بیٹوں کے ذکر کی ضرورت نہیں سمجھی گئی تو ایسا بھی نہیں ہے - باقی بیٹوں کی نسلیں
جاری بتائی جاتی ہیں - قرآن مبین میں جہاں دیکھیے

وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحٰقَ وَيَعْقُوبَ -

آپ کو نظر آئے گا - اگر اسی کے بعد گیارہ بیٹے اور ہوئے تو پھر ان لوگوں کا ذکر
نہ ہوا - بیٹے کے بعد پوتے کا ذکر ہو اور دوسرے کسی بیٹے کا بھی ذکر نہ ہو تعجب
تعجب ہے -

ان باتوں سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کی عمر میں کچھ اضافہ
اور ان کے بھائی ناحور بن آزر اور ہارون بن آزر یا چچیرے بھائیوں کی اولاد
عزت و شرف حاصل کرنے کے لیے اپنے کو بھی بنی اسرائیل یا بنی ابراہیم میں داخل
کے لیے اپنے اپنے اجداد کی نسبت حضرت ابراہیمؑ کے بھائیوں کے عوض حضرت ا
کی طرف کردی، کسی نے حضرت اسحاق کا ایک بیٹا اور عیسو نام کا ٹھہرا دیا اور ا
کا تورات کے ترجموں میں اضافہ کردیا - اور یہ اضافہ یقیناً رسول اللہ صلی اللہ
کے بعد ہوئے - اس وقت کے علمائے بنی اسرائیل ان باتوں سے واقف تک
اگر یہ باتیں اس وقت تورات میں ہوتیں تو علمائے بنی اسرائیل رسول اللہ صلی اللہ
سے ضرور حضرت ابراہیم کی دوسری اولاد اور حضرت یعقوب کے بھائی عیسو کے
پوچھتے - اور یقیناً قرآن میں کوئی آیت ان کے متعلق آتی - واللہ اعلم وعلمہ اتم

یہ ایک ع صلائے عام ہے یاران نکتہ داں کے لیے

تاریخ کے ماہرین اگر اس موضوع پر قلم اٹھائیں تو مزید تحقیق کی توقع ہے۔ مجھ کو اگر غلطی معلوم ہو جائے گی تو اپنے خیال سے رجوع کر لینے میں انشاء اللہ کوئی عذر نہ ہوگا۔ مسئلہ نہیں بلکہ کسی مسئلے میں بھی اگر مجھ کو اپنی غلط فہمی محسوس ہوگئی تو اس غلط فہمی توبہ کرنا اور اس غلط خیال سے بالاعلان رجوع کر لینا میں اپنا دینی فرض سمجھتا ہوں ہٹ دھرمی کو کفر جانتا ہوں۔

وَالسَّلَامُ عَلٰی اَہْلِ الصِّدْقِ وَالصَّفَاء

شاہ ولی اللہ کی تعلیم (اُردو)

از

پروفیسر غلام حسین جلبانی

پروفیسر جلبانی ایم۔ اے سابق صدر شعبۂ عربی سندھ یونیورسٹی کے برسوں کے مطالعہ و تحقیق کا حاصل یہ کتاب ہے۔ اس میں مصنف نے حضرت شاہ ولی اللہ کی پوری تعلیم کا احصاء کیا ہے۔ اس کے تمام پہلوؤں پر سیر حاصل بحثیں کی ہیں۔ پہلا ایڈیشن ختم ہوگیا ہے اور قدردان پڑھنے والوں کے اصرار پر دوسرا ایڈیشن چھپ رہا ہے۔ معیار طباعت کا خاص خیال رکھا گیا ہے۔

ملنے کا پتہ

شاہ ولی اللہ اکیڈمی - حیدرآباد - سندھ